فرہنگ و تمدن:

ڈاکٹر سید شاہد اقبال

بنگال کے صوفیائے کرام

بنگال سلطنت دہلی کا ایک دور دراز علاقہ تصور کیا جاتا ہے۔ جنوبی ہندوستان کے ساحلی علاقے ''سراندیپ'' میں اسلام کی شمع سب سے پہلے روشن ہوئی۔ یہ عرب سوداگر ہی تھے جن کے ذریعے اسلام کا پیغام جنوب مشرقی ایشیا کے ممالک انڈونیشیا اور ملیشیا تک پہنچا اور ان سوداگروں نے بنگال کے جنوبی ساحلی علاقوں تک اسلام کا پیغام پہنچا دیا تھا، چنانچہ اس زمانے میں ایک عارف باللہ حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ (م، ۲۶۱ھ) نے چاٹگام (جنوبی بنگلہ دیش) میں قدم رنجہ فرمایا اور بندگان خدا کو اسلام کی دولت سے سرفراز فرمایا۔

بنگال میں مسلمانوں کی اکثریت کی وجہ کیا ہے؟ یقیناً اسلامی حکومت کا نتیجہ نہیں کیونکہ اگر اس کی وجہ یہ ہوتی تو صوبہ جات متحدہ آگرہ، اودھ اور دہلی میں جو صدیوں سے اسلامی حکومت کا مرکز رہے، مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوتی۔ بنگال میں جو مسلمانوں کی اکثریت ہے اس کا اسلامی فتوحات یا اسلامی حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت مسلمان بادشاہوں کی تلوار سے نہیں ہوئی۔ بلکہ ان علماء اور صوفیائے کرام کے ہاتھوں ہوئی جن کی زندگی کا مقصد ہی انسان دوستی اور اسلامی تعلیمات کی تبلیغ تھا۔ ہندوستان میں صوفیائے کرام نے اسلام کی وہ خدمات انجام دی ہے جو بڑے بڑے جلیل القدر بادشاہوں سے بھی نہ بن پڑی۔ ہندوستان میں صوفیوں کے آستانوں کی اہمیت کسی بادشاہ کے دربار سے کم نہ تھی بلکہ بڑے بڑے بادشاہوں کے سر بھی ان کے آستانوں پر جھکے رہتے تھے۔

زیرنظر مقالہ میں بنگال (مشرقی بنگال (بنگلہ دیش اور مغربی بنگال) کے بعض اہم صوفیائے کرام کے مختصر احوال قلمبند کیے جارہے ہیں۔

حضرت علامہ اشرف الدین ابوتوامہ سونارگاؤں (بنگلہ دیش)

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمدؒ کے استاد حضرت علامہ اشرف الدین ابو توامہؒ بخارا کے رہنے والے تھے۔ وہاں سے عراق گئے اور شاہ عراق کے حکم پر سلطان غیاث الدین بلبن کے دور حکومت (۱۲۶۸ء تا ۱۲۸۱) میں ہندوستان تشریف لائے اور دہلی میں رہائش پذیر ہوکر لوگوں کے درس وتدریس اور تربیت باطنی میں مشغول ہوئے۔ آپ کے علمی، دینی اور دنیوی علوم سے آپ کی واقفیت کا شہرہ پورے ملک میں ہوا چنانچہ طالبان علم اور ارادتمندوں کا سیلاب امنڈ پڑا۔ آپ کے مکان پر ہر وقت ہزاروں کا مجمع ہونے لگا۔ رجوع عام اور درباری علماء کی ریشہ دوانیوں اور حاسدوں کی سازشوں کے نتیجے میں سلطان دہلی کو خطرہ محسوس ہوا۔ دربار سے سیاسی مصلحت کی بنا پر بنگال چلے جانے کا حکم ہوا۔ آپ شاہی حکم کے مطابق مع اہل وعیال دہلی سے بنگال کے لئے روانہ ہوئے جب منیر شریف (ضلع پٹنہ) پہنچے تو شیخ احمد یحیی منیریؒ (والد حضرت مخدوم جہاںؒ) نے بڑی عقیدت اور احترام کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔

حضرت ابوتوامہؒ نے چند دن منیر شریف میں قیام فرمایا پھر حضرت مخدوم جہاں کو ساتھ لیا اور بنگال کے سفر پر روانہ ہوئے۔

حضرت علامہ ابوتوامہؒ ۶۶۸ھ/۱۲۷۰ء میں بنگال کے شہر سونارگاؤں میں جلوہ فروز ہوئے ایک خانقاہ اور مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور تاحیات ۷۰۰ھ/۱۳۰۱ء درس وتدریس اور رشدوہدایت خلق پر مامور رہے۔ سونارگاؤں، مغلیہ دور حکومت سے قبل ایک بڑا اور تاریخی شہر تھا۔ یہ بنگال کے اکثر حکمرانوں کا پایہ تخت رہا ہے۔ آج بھی حضرت ابوتوامہ اور ان کے ورثا کے مزارات مسجدوں اور خانقاہوں کے کھنڈرات اس شہر کی عظمت رفتہ ماضی کی شان وشوکت

اور تاریخی اہمیت کا پتہ دیتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد صغیر حسن معصومی کا خیال ہے کہ "سنارگاؤں نامی یہ جگہ بنگلہ دیش میں نرائن گنج کے قریب واقع ہے۔ جس کو آج کل "سرنا گرام" کہا جاتا ہے۔ سنارگاؤں ۱۰۴۲ھ میں بنگال وبہار کے ساتھ محمد بن بختیار خلجی کے قبضے میں آیا۔ اس کی علمی اور ثقافتی عظمت اس وقت ختم ہوگئی جب بنگال کے آخری خود مختار حکمراں موسیٰ خاں کو شہنشاہ جہانگیر کے حکم سے اسلام خاں (گورنر بہار) نے شکست دی۔

حضرت علامہ ابو توامہ کی کئی تصانیف کا پتہ چلتا ہے جس میں ایک قلمی مثنوی بنام "حق" ہے جو ۱۵/ جمادی الاول ۱۹۲ھ کو مکمل ہوئی تھی۔ یہ مثنوی ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ میں موجود ہے اور فہرست کتب میں اس کتاب کا نمبر ۵۴۸ ہے اس مثنوی میں ۱۸۰ اشعار اور دس باب ہیں۔

خواجہ بایزید بسطامیؒ : چاٹگام (جنوبی بنگلہ دیش):

حضرت مخدوم شاہ شعیبؒ "مناقب الاصفیا" میں تحریر فرماتے ہیں۔ "حضرت معروف کرخی جو سارے جہاں کے پیشوا ہیں۔ آپ ہی کے دسترخوان کے پروردہ حضرت خواجہ بایزید بسطامی جو عارفوں کے سلطان ہیں آپ ہی کے گلستان کے خوشہ چین تھے۔" (ص، ۱۴۳)

مخدومنا مولانا اعلیٰ کمال دانشمند ابن تصعیف مصفی میں جو سیر مصطفیٰ میں ہے شیخ ابو طالب مکی صاحب تصنیف قوت القلوب کی ایک تصنیف کے حوالے سے طبقات صوفیہ کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ پانچویں طبقہ میں خواجہ معروف کرخی زاہد تھے اور چھٹے طبقہ میں خواجہ بایزید بسطامی تھے جن کا وصال ۱۵/ شعبان ۲۶۱ھ تحریر کیا ہے۔ جبکہ ولادت ۱۲۶ھ (شہر بسطام ہے) اس طرح جب خواجہ بایزیدؒ حضرت معروف کرخی سے متاثر ہوئے تو بلاشبہ وہ حضرت امام علی رضا کے زمانے میں تھے۔

حضرت بایزید بسطامی جن کے اعلیٰ مرتبت اور بلندی درجات کی شہرت ہے برسہا برس

آپ (حضرت صادقؒ) کی غلامی میں رہے اور ان کو جو مقام حاصل تھا وہ آپ ہی کی غلامی کی برکت سے تھا۔ جیسا کہ خود بایزید کا قول ہے کہ میں چار سو پیروں کی خدمت میں رہا لیکن جب جعفر صادقؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تب مسلمانوں کی دولت نصیب ہوئی۔ (ص۔ ۱۴۸)

ایک روز حضرت بایزیدؒ آپ کی (حضرت جعفر صادقؒ) کی خدمت حاضر تھے، آپ نے ان سے فرمایا کہ فلاں کتاب طاق پر سے لے آؤ۔ بایزید نے پوچھا "طاق کہاں ہے۔" آپ نے فرمایا ایک مدت سے یہاں ہو اور یہ بھی نہیں جانتے کہ طاق کہاں ہے؟ اب تک طاق بھی نہیں دیکھا؟ بایزیدؒ نے کہا مجھے ان چیزوں سے کیا سروکار؟ مجھے آپ کے آگے سے اٹھنے کی مجال کہاں؟ میں ادھر ادھر دیکھنے کے لئے تو آیا نہیں؟ آپ نے یہ بات سن کر فرمایا جب ایسی بات ہے اور تمہارا یہ حال ہے تو اب بسطام چلے جاؤ تمہاری تکمیل ہوگئی۔ (ص۔ ۱۴۸) ۱۲

حضرت جنید بغدادیؒ نے ان کے متعلق فرمایا کہ بایزیدؒ ہمارے درمیان اس طرح ہیں جیسے ملائکہ میں جبرئیل

جنوبی بنگلہ دیش کے ساحلی شہر چاٹگام میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا چلہ ہے۔ مقامی روایت کے مطابق حضرت بایزید بسطامیؒ سمندری راستے سے بنگال کے جنوبی ساحل پر پہنچے تو انہوں نے اپنے لئے ایک چٹائی (جائے نماز) کی جگہ طلب کی تھی۔ اس وجہ سے اسے چاٹ + گاؤں = چاٹ گاؤں۔ گرام چاٹگام کہا جانے لگا۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے جنوبی بنگلہ دیش اور شمالی برما (صوبہ ارکان) کے علاقے میں تبلیغ دین کا کام کیا اور ایک وسیع حلقہ مشرف بہ اسلام ہوا۔

بنگال کی تاریخ تصوف میں حضرت بایزید بسطامیؒ کا نام اکثر آتا ہے۔ جنوبی بنگلہ دیش کے ساحلی شہر چاٹگام سے پانچ میل کے فاصلے پر "نصیر آباد" قصبہ واقع ہے وہاں ایک پہاڑی پر ان کا مزار ہے۔ دراصل یہ ایک مسجد بایزید کے چلہ کی جگہ ہے جسے مزار کی شکل دے دی گئی ہے اس کے ساتھ ایک مسجد بھی ہے اس مزار پر زائرین کا ہجوم رہتا ہے۔

بنگال میں آپ کے ورود مسعود سے متعلق مختلف کہانیاں ہیں۔ لیکن تحقیق کی روشنی میں یہ بات ثابت ہے کہ نویں صدی عیسوی کے آخر میں چاٹگام کے قصبہ نصیر آباد میں تشریف لائے۔ نصیر آباد کی ایک پہاڑی پر قیام فرمایا اور یہیں آپ کی خانقاہ تھی۔ یہ مقام شہر چاٹگام سے پانچ میل دور جانب شمال واقع ہے یہ علاقہ گھنے جنگلوں اور وحشت ناک فضاؤں میں گھرا تھا۔ یہاں وحشی جانوروں اور خطرناک درندوں کا بسیرا تھا۔ خبیثوں اور جنوں کا مسکن تھا۔ لیکن قوت ایمان رکھنے والے مومن ہر خطرناک قوت کا مقابلہ کر سکتے ہیں چنانچہ بلا خوف آپ اس ویران وسنسان پہاڑی پر ریاضت وعبادت میں مصروف رہے۔ آندھی ہو یا طوفان ہر حال میں ہر موسم میں یہ چراغ جلتا رہا۔ یہ چراغ آج تک نصیر آباد (کی پہاڑی) پر آپ کے حجرہ میں آپ کی مستقل مزاجی، عزم راسخ اور خدا پرستی کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ وہ چراغ ہے جس سے دین وایمان کے کتنے ہی چراغ جلتے رہے اور کفر وشرک کی تاریکی دور ہوتی رہی۔ اور ایمان والوں کے قلوب انوار محمدی اور تجلیات خداوندی سے منور ہو گئے۔

جس پہاڑی پر حضرت بایزید بسطامیؒ کا آستانہ ہے اسکے دامن میں وضو کے لئے ایک تالاب ہے۔ اس میں سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ اس تالاب میں بڑی مچھلیاں اچھلتی کودتی اور بڑے بڑے کچھوے چلتے پھرتے نظر آتے ہیں۔ ان کچھوؤں کے بارے میں عجیب وغریب قصے اور کہانیاں مشہور ہیں۔

ایک روایت یہ ہے کہ یہ کچھوے دراصل 'جن' تھے حضرت بایزید بسطامیؒ کو عبادت کے وقت ستایا کرتے تھے۔ ایک بار آپ نے اللہ سے یہ دعا کی۔

''بارالٰہا! یہ جن' تیری عبادت کے دوران مخل ہوتے ہیں ان سے نجات دلا' چنانچہ اللہ کے حکم سے یہ جن کچھوے بن گئے'' واللہ عالم بالصواب۔

زائرین ہزاروں ہزار کی تعداد میں روزانہ آتے ہیں ان کچھوے کو ''زک'' پہنچانا منع ہے۔ زائرین انہیں 'مُڑی' بھنا ہوا چاول) کھانے کے لئے دیتے ہیں۔

شیخ جلال الدین مجرد کیانیؒ (بنگلہ دیش):

شیخ جلال الدین مجرد بزرگان دین میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں حضرت شیخ جلال الدینؒ نے ۱۳۰۳ء میں راجا جا کور گوبندی کی سرکوبی کے لئے ۳۱۳ مجاہدین کو لے کر سکندر غازی کے ساتھ سہلٹ پر حملہ کیا تھا۔ سہلٹ کی فتح کے بعد حضرت جلال الدینؒ نے اپنے ساتھیوں میں تمام تر فتوحات تقسیم کردی اور ہر ایک کو شادی بیاہ کی اجازت دے دی اور خود بھی سہلٹ میں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوئے۔ ۳؎

شیخ محمد اکرم نے آب کوثر میں ان کی تاریخ وفات ۲۰/ ذیقعدہ ۷۴۰ھ/ ۱۸/مئی ۱۳۴۰ء لکھی ہے۔ تاریخ وفات ''شاہ جلال مجرد قطب بود'' کے جملے سے نکلتی ہے۔

ابن بطوطہ ۲۲-۱۳۱۱ء میں بنگال سے گذرا تو شاہ جلالؒ کی خدمت میں حاضر ہوا جب وہ ۱۳۴۷ء/ ۷۴۶ھ میں چین پہنچا تو اسے شاہ جلالؒ کی وفات کی خبر ملی شاہ جلال کا انتقال ۷۷۵ھ/ ۱۳۴۴ء میں ظہر کی نماز کے آخری سجدے میں ہوا اس وقت آپ کی عمر ۱۵۰ برس کی تھی۔ اس سے سن پیدائش ۵۹۵ھ/ ۱۱۹۸ء قرار پاتی ہے۔

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ وہ (شاہ جلالؒ مجرد کیانی) بدن کے ہلکے پھلکے تھے، قد لانبا تھا اور رخسار لگے ہوئے تھے، ایک غار میں پڑے ہوئے یاد الٰہی میں غرق رہتے تھے۔ اور چالیس سال سے برابر روزے رکھتے تھے۔ دس دن میں ایک دفع افطار کرتے تھے۔ ان کے ہاتھ پر اس (پہاڑی) ملک کے اکثر باشندوں نے اسلام قبول کیا ہے۔ اس ملک کے ہندو اور مسلمان سب شیخ کی زیارت کو آتے ہیں اور ان کے لئے تحفے اور نذر لاتے ہیں۔ اس سے فقرا اور مساکین کھاتے ہیں اور شاہ جلال فقط اپنی گائے کے دودھ پر گذر کرتے ہیں۔ سہلٹ میں اب بھی لوگ شاہ جلال کے گن گاتے ہیں شمال مشرقی بنگال اور سہلٹ میں اسلام کی اشاعت شاہ جلالؒ ہی کی مرہون منت ہے۔

تاریخ کی کتابوں میں سہلٹ کا اصل نام 'سری ہٹ' ملتا ہے۔ جو سری ہٹ' سے بنا

ہے۔مسلمان اسے ایک سرحدی مقام کی مناسبت سے ''سرحد'' یا ''سل حد'' (یعنی سرحدی پتھروں کے ستون) کہتے تھے۔ایک کتبہ جو ڈھا کا میوزیم میں محفوظ ہے اس میں سلہٹ کے لئے ''سرہٹ'' استعمال ہوا ہے۔سلہٹ کے نام کے سلسلے میں ایک روایت یہ بھی مشہور ہے کہ حضرت شاہ جلالؒ نے 'سل (پتھر) کو سامنے سے ہٹ جانے کا حکم دیا تھا۔اس وقت یہ مقام سلہٹ کے نام سے مشہور ہوا۔اسے حضرت شاہ جلالؒ کے نام پر جلال آباد بھی کہا جاتا ہے مسلمانوں کی آمد سے قبل سلہٹ آسام میں کامروپ کی سلطنت کا ایک حصہ تھا۔مسلمانوں کے دور حکومت میں یہ کبھی آسام کبھی بنگال کا حصہ رہا ہے۔۱۹۴۷ء میں تقسیم ملک کے بعد یہ مشرقی بنگال کے حصہ میں آیا تھا لیکن اس کا ایک سب ڈویژن ''کریم گنج'' کاٹ لیا گیا۔اب کریم گنج ریاست میگھالیہ کا ایک ضلع ہے۔

قیام بنگلہ دیش کے بعد یہاں ایک عظیم الشان مدرسہ قائم کیا گیا ہے اور اب ''شاہ جلال عربی یونی ورسٹی قائم کی گئی ہے۔مذکورہ مدرسہ میں تقریباً پانچ ہزار طلبا تعلیم حاصل کررہے ہیں۔

سلہٹ ایک صحت افزا پہاڑی مقام ہے۔اس کے قریب سرما ندی بہتی ہے اور یہاں چائے کے باغات ہیں۔اناس اور کیلا اس علاقے میں کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔

شاہ جلال نے اس زمانے میں دیکھا کہ سلہٹ کی مٹی خوشبو اور رنگ میں اس مٹی سے ملتی تھی جو آپ کے ماموں نے آپ کو دی تھی۔آخر آپ نے اپنے رفقاء کے ساتھ (جو اس پر تیار تھے) سلہٹ میں آباد ہونے کا فیصلہ کیا۔

تیس سال تک شاہ جلال نے ایک غار میں عبادت کی اس کے بعد آپ کے ماموں نے آپ کی ایک کرامت دیکھ کر ایک مٹھی خاک اندر سے لا کر دی اور فرمایا کہ اب تم دنیا کی سیاحت کرو۔اور جس سرزمین کی مٹی اس مٹی کی طرح بو باس، رنگ اور ذائقہ رکھتی ہو وہیں یہ مٹی ڈال دینا اور اسی جگہ اقامت اختیار کرلینا۔

چنانچہ حضرت شاہ جلالؒ اس ارادے سے روانہ ہوئے اور یمن کے ایک شہر ہاور سے

دہلی ہوتے ہوئے جہاں آپ کی ملاقات حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء (پ: ۶۳۱ھ۔م ۷۲۶ھ) سے ہوئی ہے اپنے رفقاء درویشوں کے ساتھ سلہٹ پہنچے۔

سلہٹ میں قیام فرمانے کے بعد ۳۳ سال شاہ جلالؒ مجرد حیات رہے اس مدت میں آپ کا ابتدائی زمانہ تو یہاں کے انتظامات کو درست کرنے میں گذر باقی تمام وقت تبلیغ دین اور رشد وہدایت میں بسر ہوا۔

چہل غازی کی درگاہ (شمالی بنگلہ دیش):

چہل غازی کی درگاہ در اصل چالیس نمازیوں کا مدفن ہے۔ ڈاکٹر وفا راشدی نے اپنے ایک مقالہ میں "چہل نمازی" کا تعارف کرایا ہے۔ انہوں نے ان نمازیوں کو "شیخ کبار" کے لقب سے یاد کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ لوگ حضرت بختیار کاکیؒ" (۵۴۹ھ۔ ۱۱۳۳ء) کے خلفاء میں سے تھے۔ جنہوں نے دین کی تبلیغ واشاعت کے لئے بنگال کا سفر اختیار کیا اور یہاں مستقل طور پر سکونت پذیر ہوئے۔

مذکورہ "چہل غازی" کی درگاہ شمالی بنگلہ دیش کے ضلعی صدر مقام دیناج پور سے چھ کیلومیٹر جانب شمال دیناج پور رنگ پور قومی شاہراہ پر واقع ہے۔ آج بھی سبھی گاڑیوں کے سوار اس جگہ پر اپنی اپنی گاڑیاں روک دیتے ہیں اور سلامی دروازے پر سلامی دینے کے بعد آگے بڑھتے ہیں۔

۱۹۶۰ء کے عرصے میں "چہل غازی" کی درگاہ کے قریب دیناپور گورنمنٹ ڈگری کالج قائم کیا گیا تھا۔ اب یہ کالج بنگلہ دیش کا ایک اہم تعلیمی مرکز تصور کیا جاتا ہے۔

۱۹۵۰۔۵۱ء میں لیاقت نہرو سمجھوتے کے بعد بڑی تعداد میں بہار سے ہجرت کر کے جانے والے مسلمانوں کو اس درگاہ کے قریب بسایا گیا تھا۔

ایک اہم واقعہ ۱۹۷۱ء کا ہے جب قیام بنگلہ دیش کی لڑائی جاری تھی اس وقت قوم پرست بنگالیوں کے ذریعہ غیر بنگالیوں کو ہلاک کیا جارہا تھا۔ جب بہاری مسلمانوں کا ایک

گروہ ''چہل غازی کی درگاہ کے احاطے میں داخل ہوا، قوم پرست بنگالیوں کے ذریعہ ان پر چاروں طرف سے گولیاں چلائی جارہی تھیں لیکن تمام گولیاں دیوار سے ٹکرا کر واپس ہوجاتی تھیں۔

زندہ بچ جانے والے ایک بزرگ نے بعد میں مجھ سے بتایا کہ تمام بہاری مسلمانوں نے ''چہل غازی'' کی درگاہ پر دعا کی ان لوگوں کو بشارت ہوئی کہ اللہ کا حکم نہیں ہے۔

بالآخر تمام بہاری مسلمان شہید کردیے گئے (رہے نام اللہ کا!)

شیخ تقی الدین سہروردی مہسویؒ (مغربی بنگال):

شیخ تقی الدین سہروردی ساتویں صدی ہجری میں مہسو شریف (دیناپور) تشریف لائے اور یہیں سکونت اختیار فرمائی۔

آپ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کے خلیفہ شیخ احمد دمشقی کے مرید تھے۔ آپ جید عالم تھے۔ آپ نے امام غزالی کی مشہور کتاب ''احیاء العلوم'' کی شرح احیاء العلوم'' تصنیف فرمائی۔

آپ کی وفات کا سال معلوم نہیں۔ آپ کا مزار مہسو شریف ضلع شمالی دیناجپور (مغربی بنگال) میں ہے جو بہار کے دیناج شہر سے تقریباً سو کلومیٹر جنوب مشرق اور شمال دیناج پور کے ضلع دیناپور کے صدر مقام اسلام پور سے پانچ کلومیٹر مشرق میں واقع ہے۔

شیخ حسین غریب ڈھکرپوش مغربی بنگال:

شیخ حسین ڈھکرپوش حضرت علاؤ الحق کے عظیم المرتبت خلفاء میں سے ہیں۔ اپنی تعلیم اور روحانی تربیت کے بعد شیخ حسین نے پورینا کو مرکز بنا کر ترویج اسلام کا کام شروع کیا اور یہیں شیخ حسین نے ایک خانقاہ بھی تعمیر کی۔ جس زمانے میں بنگال میں راجا گنیش کے مظالم بڑھ گئے تھے۔ اس نے آپ کے صاحبزادے شاہ حسین کو شہید کردیا تھا۔ حضرت سید اشرف جہانگیرؒ کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے آپ کو ایک ہمدردانہ اور تعزیتی خط لکھا۔ آپ نے

اس خط میں تحریر فرمایا۔

جو لوگ اللہ کے راستے پر چلتے ہیں ان کو بہت سی آفات ارضی وسماوی کو سہنا پڑتا ہے اور مختلف تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ سہروردیہ اور سابقہ صوفیاء کرام کے روحانی فیض سے بہت جلد یہ اسلامی قلمرو بدبخت کافروں سے آزاد ہوجائے گا۔ شاہی فوج یہاں سے روانہ کی جارہی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی مدد کرسکے اور جلد نتائج ظاہر ہوں۔

میرے مخدوم زادہ جو کہ گلستان علائی اور خالدیہ خاندان کے ایک مہکتے ہوئے پھول ہیں میں انہیں اس درویش کی حمایت کا مکمل یقین دلاتا ہوں۔

حضرت سید شہاب الدین پیر جگجیتؒ (م۔ ۶۶۶ھ/ ۱۲۵۱) کی تیسری صاحبزادی حضرت بی بی کاکوئی تھیں۔ جن کا مزار صوبہ بہار کے موضع کاکو (جہاں آباد) میں مرجع خلائق ہے اور جن کی بزرگی اور فیض سے زمانہ فیضیاب ہورہا ہے۔ آپ کی شادی حضرت مخدوم مسلمان لنگر زمین کاکوئی بن شیخ عبدالعزیز منیری بن حضرت امام محمد تاج فقیہؒ سے ہوئی۔ جن کے صاحبزادے مخدوم عطاء اللہ صاحبزادی بی بی کمال ثانی (ہم نام والدہ) اور نواسے شیخ حسین عزیب ڈھکر پوش (م۔ ۸۰۲ھ) اپنے وقت کے صاحب کشف وکرامت بزرگ شمار کیے جاتے ہیں۔

سفینہ تحریری ابو الحدیث حضرت شاہ یتیم اللہ سفینہ بازی کی رو سے معلوم ہوا ہے کہ آپ کا مزار مہسو شریف (شمال دیناپور) میں حضرت خواجہ تقی الدین مہسوی کے مزار کے پائنتی میں ہے۔ اور یہ بھی اطلاع ہے کہ آپ کے والد ماجد حضرت حسام الدین ہانسی بنیادی کا مزار بھی وہیں ہے۔

شیخ اخی سراج الدین عثمان آئینہ ھند "مغربی بنگال:

آپ کا نام عثمان تھا۔ اجودھیا کے رہنے والے تھے۔ اس لئے آپ کو اودھی بھی کہا جاتا ہے۔ سلطان مشائخ حضرت محبوب الٰہی آپ کو" اخی سراج الدین" فرمایا کرتے تھے اور

حضرت محبوب الٰہی نے بھی اپنی زبان مبارک سے فرمایا تھا کہ "این آئینہ ہندوستان است"۔ اللہ کے فضل وکرم سے ایسا ہی ہوا۔ یہاں رشد و ہدایت کے چراغ سے کوچہ کوچہ روشن فرمایا اور آپ کی ذات سے پورے ہندوستان کو ہدایت ملی۔ اس لئے آپ کو آئینہ ہند کہا جاتا ہے۔ آپ محبوب الٰہی کے دسویں خلیفہ تھے۔ حضرت محبوب الٰہی کے سبھی خلیفہ عالی مرتبہ تھے لیکن شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی اخی سراج الدین آئینہ ہند کی بات کچھ اور ہی تھی۔ دونوں اکابرین سے کثیر تعداد میں لوگوں نے رشد و ہدایت پائی۔ شیخ اخی الدین تمام ظاہری و باطنی کمالات سے مزین تھے۔ عشق ومحبت اور سماع میں دونوں بے نظیر تھے۔ عین جوانی کی حالت میں آپ مرید ہوگئے تھے اور لکھنوتی قدیم (بنگال) سے آکر سلطان مشائخ کے حلقہ بگوش ہوئے۔ آپ محبوب الٰہی کی خانقاہ میں رہتے تھے۔

آپ کے پاس کاغذ اور قلم دوات کے سوا کچھ نہ تھا۔ آپ جماعت خانہ کے ایک کونے میں پڑے رہتے تھے اور حضرت شیخ المشائخ کے علوم ظاہری و باطنی سے مستفیض ہوتے رہتے تھے۔

جب آپ کو بنگال کی خلافت ملی اور آپ نے چاہا کہ آپ اپنے وطن کو جائیں تو حضرت محبوب الٰہی کی خدمت میں حاضر ہوکر فرمایا کہ اس علاقے میں شیخ علاؤ الدین نام کے بڑے عالم وفاضل اور ذی جاہ وبزرگ رہتے ہیں وہاں کس طرح رہ سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا فکر مت کرو وہ تمہارا خادم ہوجائے گا اور یہی ہوا کہ اس علاقے میں سب سے پہلے جو شخص آپ کے مرید ہوئے وہ شیخ علاؤ الحق تھے۔ وہ صاحب کمال ہوکر خلافت سے مشرف ہوئے اور آپ کے جانشین وسجادہ ہوئے ان کی بدولت آپ کے سلسلہ کو کافی فروغ حاصل ہوا اور شہرت ملی۔ جب آپ کے وصال کا دن قریب آیا تو آپ نے لکھنوتی قدیم کے نواح میں جو آج کل موضع سعد اللہ پور ہے جو شہر مالدہ سے گیارہ کلومیٹر دور ہے اپنا مدفن پسند فرمایا۔ پہلے آپ نے وہاں سلطان المشائخ کے تبرکات وغیرہ جو ساتھ لائے تھے دفن کرائے اور وصیت کی

کہ مجھے ان تبرکات کے پائتی میں دفن کیا جائے۔ اسی وجہ سے آپ کا مزار قبلہ حاجات خلق بنا ہوا ہے۔ آپ کا وصال ۷۵۵ھ میں ہوا۔ حضرت مخدوم علاؤ الحق آپ کے مشہور و معروف خلیفہ ہوئے جن سے آپ کے سلسلے کو خوب سربلندی حاصل ہوئی۔

مخدوم شیخ علاؤ الحق مغربی بنگال:

آپ کے والد بزرگوار کا نام عمر ابن اسعد لاہوری تھا۔ ''لطائف اشرفی'' میں لکھا ہے کہ آپ کا سلسلہ نسب حضرت خالد بن ولید'' سے ملتا ہے۔ آپ کا لقب علاؤ الحق گنج نبات (مٹھائی کا خزانہ) اور شیخ علاؤ الحق ہے۔ حضرت اخی سراج الدین عثمانؒ سے مرید ہونے سے قبل آپ علم جدوجہد وجاہ مترادف کی وجہ سے اپنے آپ کو گنجینہ نبات کہتے تھے۔ یہ سن کر شیخ المشائخ حضرت محبوب الٰہی نے غصہ میں آکر اپنے زانوں پر ہاتھ مارا اور فرمایا میرے پیر بھی خود کو گنج شکر کہتے تھے اور یہ بھی گنج نبات اس کی زبان کیوں نہیں جل جاتی؟ یہ کہنا تھا کہ ان کی زبان جل گئی اور وہ گونگے ہوگئے۔ مدت کے بعد جب اخی سراج الدین سے آپ مرید ہوئے تو آپ میں قوت گویائی واپس آئی۔

حضرت شیخ اخی سراج الدین کے وصال کے بعد مسند رشد وہدایت پر جلوہ فروز ہوئے اور آپ نے ایک جہاں کو فیض یاب فرمایا۔ آپ کے کمالات کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ محبوب یزدانی حضرت سلطان اشرف جہانگیر سمنانی جیسے شاہ باز اور بلند پرواز بزرگ آپ کے مرید اور خلیفہ ہوئے۔ آپ کے اخراجات اتنے تھے کہ ایک بڑی حکومت بھی اسے برداشت نہیں کرسکتی تھی مگر آپ کا کشف تھا کہ آپ خود ان اخراجات کو پورا کرتے تھے۔

آپ کے کشف وکرامات بے شمار ہیں ہزاروں بندگان خدا نے آپ کے دست مبارک پر بیعت حاصل کی اور کتنے تصرفات دیکھ کر اللہ کے دین میں شامل ہوگئے۔

مولانا کرامت علی جونپوری:

مولانا کرامت علی کا مولد ومسکن جون پور کا مشہور محلہ ''ملا ٹولہ'' ہے۔ جہاں مولانا

کے خاندان کے اور لوگ بھی موجود ہیں۔ مولانا کی ولادت ۸ رمحرم الحرام ۱۲۱۵ھ کو ہوئی مولانا نے سماعت قرآن پاک کی سند بھی مولانا احمد اللہ اناوی سے لی تھی۔ ''مشاہیر جون پور میں شاہ عبد العزیز شاہ اسمٰعیل شہید سے بھی ان کے علمی استفادہ کا ذکر ملتا ہے۔

مولانا کو فقہ کے مسائل حد سے زیادہ یاد تھے سبع کے قاری تھے۔ قرآن مجید انتہائی خوش الحانی اور فطری درد وسوز کے ساتھ پڑھتے تھے۔ جب حج وغیرہ کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو وہاں کے قاریوں سے بھی مشق کی تھی۔

حضرت سید احمد شہید کی یہ روشن کرامت تھی کہ مولانا کرامت علی جون پوری کو ان کے شوق جہاد کے باوجود بنگال روانہ کر دیا تھا۔ مولانا کرامت علی نے ۷۵ سال کی عمر پائی جس میں تقریباً ۵۱ سال بنگال اور آسام اور ان کے قرب وجوار میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہوئے گزارے۔ بنگال میں لاکھوں آدمی مولانا کے حلقہ ارادت میں داخل ہیں۔ کوئی شہر اور کوئی بستی باقی نہ ہوگی جہاں مولانا کے ارادتمند وفیضیافتہ موجود نہ ہوں۔ غرض کہ اس دیار میں ان کی برکت سے اسلام کی خوب اشاعت ہوئی۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا کے ہاتھ پر تقریباً ایک کروڑ آدمیوں نے اسلام قبول کیا۔ سچ تو یہ ہے کہ مشرقی بنگال کو مسلم بنگال بنانے میں مولانا کی کوششوں کا بڑا دخل ہے۔

مولانا نے یہ مبارک کام کرتے ہوئے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی یعنی ۳ ربیع الاوّل ۱۲۹۰ھ بروز منگل بنگلہ دیش کے ضلع رنگ پور شہر میں مولانا کی وفات ہوئی صاحب مشاہیر جون پور سید نور الدین نے ان کی تاریخ وفات ''بدر رحمت ساطع انور باد'' لکھی ہے۔ دوسری تاریخ ورفات ''جناب کرامت علی متقی' سے نکلتی ہے۔

مولانا کا مزار رنگ پور شہر کے محلہ منشی پاڑہ میں واقع ہے۔ اس مزار سے متصل مسجد اور گنبد تعمیر کر دیا گیا ہے۔

☆☆☆☆☆